یادیں میرے شیخؒ کی

مولانا محمد آدم خان
مہتمم جامعۃ السلیم تنگی چارسدہ

جمعۃ المبارک کی رات بتاریخ 5 جنوری 2017ء کو میں نے اپنے استاذ محترم ومکرم شیخ المشائخ رئیس المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ و برّد اللہ مضجعه وجعل الجنة مثواه کو خواب میں دیکھا، فرمارہے ہیں "میرا سامان اٹھادیں، میں جارہا ہوں"۔

جمعہ کا پورا دن اسی پریشانی میں گزرا کہ شیخ صاحبؒ کہیں وفات پانے والے تو نہیں؟ گھر میں تذکرہ ہوا تو گھر والوں نے مشورہ دیا کہ کراچی جاکر حضرت شیخ صاحبؒ کی جیتے جی زیارت کرلیں، مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ اتنا جلد حضرت شیخ صاحبؒ داغ مفارقت دیں گے۔ 5 جنوری سے لیکر وفات تک، کئی مرتبہ کراچی فون کیا اور حضرت شیخ صاحبؒ کی خیریت دریافت کرتے رہے، اتوار کو جب حضرتؒ کے وصال کی خبر ملی تو میں نے ٹیلیفون آپریٹر جناب محبوب صاحب سے رابطہ کیا، انہوں نے روہانسی آواز میں حضرتؒ کے وصال کی تصدیق کی۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ سب سے آخری خط آپ ہی کا حضرت شیخ صاحبؒ کو ملا، جو کہ میرے لئے ایک اعزاز ہے۔

وفات کے گیارہ دن بعد پھر جمعۃ المبارک کی رات یعنی 27 جنوری کی رات کو میں نے حضرت شیخ صاحبؒ کو خواب میں دیکھا میں ان کے گھر کی طرف جارہا ہوں اور حضرت تازہ وضو کر کے باہر تشریف لارہے ہیں۔ میں نے کہا حضرت! میں نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کی صحت اچھی ہوئی ہے تو فرمانے لگے "بھائی! میں تو موت کے منہ سے نکل آیا ہوں" گویا حضرت فرمارہے ہیں۔

لگتا نہیں ہے دل میرا اجڑے دیار میں   کس کی بنی ہے عالمِ ناپائیدار میں

اپنے مسلک ومشرب میں تصلّب تھا، آپ کی تعلیم وتربیت کا اہتمام ایسے اساتذہ کرام کی وساطت سے ہوا جو شب زندہ دار تھے، ذاکر وعابد تھے، کثرت نوافل اور قرآن پاک کا اہتمام کرنے والے تھے، قناعت پسند اور دنیا سے بے رغبت رہنے والے تھے چنانچہ آپ کے قصر علم وعمل اور ایوان تہذیب وذہانت کی خشت اول آپ کے استاذ

منشی بندہ حسن اور منشی اللہ بندہؒ نے رکھ دی تھی پھر حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ کی خدمت اقدس میں حاضری نے ''سونے پر سہاگہ'' کا کام کیا حضرت شیخ صاحبؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ میری زندگی میں سب سے زیادہ تبدیلی، دینی جذبات کی پرورش، اخلاق واعمال کے حسن وقبح کا احساس، ان کی اصلاح کی طرف توجہ اور ہمیشہ کیلئے اپنے آپ کو رجال دین میں شامل کرنے کا شوق اور جذبہ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب کی خدمت میں رہ کر پیدا ہوا پھر شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ ان حضرات سے شرف تلمذ نے ''سونا آگ میں تپ کر کندن بن جاتا ہے'' کا اثر دکھادیا......

حضرت شیخ صاحبؒ کے ساتھ میرا تعلق مئی 1986ء میں قائم ہوا، جب میں نے جامعہ فاروقیہ کراچی میں درجہ اولی میں داخلہ لیا۔ میرا تعلق ضلع چارسدہ کی تحصیل تنگی سے ہے، بچپن سے تبلیغی جماعت کے ساتھ وابستگی رہی، ہمارے علاقے میں ڈگری کالج کے پروفیسر سحر گل صاحب کا شمار تبلیغی جماعت کے اکابرین میں سے تھا، میں نے ان سے مدرسہ میں داخلہ لینے کے ارادے کا اظہار کیا اور مدارس کے متعلق ان سے رہنمائی کی درخواست کی تو انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کے مدرسہ جامعہ فاورقیہ کراچی میں داخلہ لے لیں۔

بڑی عمر میں داخلہ لینے کیلئے حاضر ہوا تھا میں نے حضرت کی خدمت میں درخواست پیش کی تھی، یہ میری حضرت شیخ صاحبؒ کے ساتھ پہلی ملاقات تھی، پہلی بار حضرت کی زیارت داخلہ کے وقت نصیب ہوئی اور میری درخواست قبول فرما کر حضرت نے مجھ پر احسان عظیم فرمایا۔ میں نے درجہ اولی سے لیکر دورہ حدیث تک جامعہ فاروقیہ میں ہی پڑھا بلکہ اللہ تعالی نے تدریس کا موقع بھی جامعہ فاروقیہ میں عطا کیا۔ الحمد للہ حضرت شیخ صاحبؒ کے ساتھ میرا تعلق شاگردی کا بھی تھا اور اصلاح وارشاد کا بھی، میں نے حضرت سے بخاری شریف ومشکوۃ شریف پڑھی ہے اور حضرت کے ہاتھ پر بیعت بھی کی ہے اور میں حضرت کا خادم بھی رہا ہوں۔ زمانہ طالبعلمی میں بھی اور فراغت کے بعد بھی۔

میں نے اپنے گاؤں میں ایک مدرسہ قائم کیا ہے، جس کا نام حضرت کی اجازت سے 'جامعۃ السلیم' رکھا تھا۔ اس وقت یہ جگہ کرایے کے مکان میں تھی، بعد میں حضرتؒ مدرسہ میں تشریف لائے، حضرت کے تعاون اور دعا سے مدرسہ کے لئے اپنی جگہ بھی خرید لی۔ وقتاً فوقتاً حضرت شیخ صاحب ہمارے مدرسہ ''جامعۃ السلیم'' کے ساتھ مالی تعاون فرماتے رہتے تھے (تقبل اللہ و جزاھم اللہ خیرا)۔ دوبارہ بھی حضرتؒ کو جامعہ تشریف لانے کی دعوت دی تھی، انہوں نے آمادگی کا اظہار بھی فرمایا تھا کہ لیکن اس کی تکمیل سے قبل سے وقت اجل آن پہنچا۔

حضرت شیخ رحمہم اللہ کے ہاں اصلاحی تعلق کے حوالے سے معمول تھا کہ اپنے احوال سے خط وکتابت کے ذریعے مطلع کیا جاتا، یہاں اصلاح وارشاد کے تعلق میں اتباع سنت اور شریعت کی پیروی پر زور دیا جاتا تھا جس

میں ترکِ منکرات کا تذکرہ ہوتا تھا، نیز معمولات ذکر کا اہتمام اور احوال سے آگاہی پر بھی زور دیا جاتا تھا، اللہ تعالی نے آپکو رعب سے نوازا تھا جس کی وجہ سے جمال بصورت جلال نظر آتا تھا، میری زندگی غلطیوں سے عبارت ہے میں کیا تبدیلی محسوس کروں گا، الٹا برتن کیا محفوظ کر سکتا ہے البتہ اتنا فرق ضرور محسوس کرتا ہوں جتنا ایک عاصی مسلمان میں ہوتا ہے کہ حضرت کی برکت سے گناہ کو گناہ سمجھنے لگے جسکی وجہ سے اپنی زندگی پر نظر پڑنے لگی تو اپنی غلطیاں نظر آنے لگیں پہلے دوسروں کی غلطیاں گنتے رہے، زاویہ نظر تبدیل ہوا تب پتہ چلا کہ ''میرے دامن میں تو کانٹوں کے سوا کچھ بھی نہیں''۔

ایک دفعہ اکوڑہ خٹک کے سفر میں حضرت کے ساتھ تھا، آپ اپنے ایک ہم سبق ساتھی اور پرانے دوست کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے جن کی دوائیوں کی دوکان تھی۔ ان سے ملاقات کے بعد پشاور کے ایک عالم دین کا تذکرہ فرمانے لگے جو ہمارے حضرتؒ کے زمانہ طالب علمی کے ساتھی تھے فرمایا کہ اس مولوی صاحب نے بتایا کہ میں نے اپنے ایک بیٹے کو ڈاکٹر بنایا اور ایک کو فلاں بنایا جب وہ تعارف سے فارغ ہوئے تو حضرت صاحب فرمانے لگے کہ میں نے جواب میں کہا کہ آپ اپنی مولویت پر مطمئن نہیں تھے اس لئے اپنی اولاد کو دیگر شعبوں میں منتقل کر دیا۔ حضرت سے یہ واقعہ سننے اور بالخصوص اس بارے میں حضرت کا مزاج سمجھنے کے بعد میں نے بھی یہ پختہ اور مضبوط ارادہ کیا کہ انشاء اللہ اپنی اولاد کو حافظ اور عالم بناؤں گا۔

<u>انداز تدریس:</u>

حضرت شیخ صاحبؒ کی خوبیوں میں سے ایک زبردست خوبی آپ کا انداز تدریس تھا، آپ تدریس کے میدان کے شہسوار تھے آپ کے درس کی روانی، تسلسل اور ترتیب بے مثال تھی سیل رواں کی طرح کوئی چوٹی اور گھاٹی یعنی مشکل مباحث اور مغلق عبارات آپ کی تقریر میں رکاوٹ نہیں بنتی تھیں بلکہ مزید جولانی اور جلا دیتی تھیں، مشکل سے مشکل مسئلہ چٹکیوں میں سمجھانا آپ ہی کا طرۂ امتیاز تھا۔ انداز بیاں اور اسلوب تقریر اس قدر دلنشیں اور دلکش کہ گھنٹوں سننے اور بیٹھے رہنے سے اکتاہٹ محسوس نہ ہوتی۔ اول آخر درس پر تازگی اور نشاط چھائی رہتی آپ کے درس بخاری سے دار الحدیث کی پرنور فضاء منور رہتی۔ سال بھر کبھی کھنکھارنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی اور نہ ہی گلے میں کبھی آواز پھنستی۔ صاف ستھری آواز کے ساتھ کوئی ماہر فن اپنے فن کے ساتھ اس قدر دلچسپی کے ساتھ نہ کھیلتا جس قدر ہمارے حضرت والاؒ اسلوب اظہار کے مزے لیکر خود بھی درس سے محظوظ ہوتے اور ہمیں بھی تازگی بخشتے، ایک مرتبہ ایک مہمان تشریف لائے اور مجھ سے حضرت صاحبؒ کے درس کے بارے میں پوچھا تو میں نے جواب میں

کہا"شیخنا درس، زید عدل" کے مصداق ۔نہایت سہل الفاظ کے ساتھ بامحاورہ اردو میں روانی اور تسلسل کے ساتھ تقریر فرماتے گویا دریا امنڈ رہا ہو۔ ہمارے حضرت والا عموماً دوران درس درج ذیل امور کا اہتمام فرماتے تھے۔

(۱)......مشکل الفاظ کے لغوی معنیٰ کے ساتھ ساتھ حدیث کے الفاظ کا سلیس ترجمہ کرتے تھے۔

(۲)......نحوی ترکیب اور تحقیق کا بھی اہتمام فرماتے تھے جیسے "أنت ابا جهل" والی رویت میں ہے۔

(۳)......کبھی باب کا ماقبل کے ساتھ ربط و تعلق کے بارے میں تحقیقی و تنقیدی تجزیہ بھی بیان فرماتے تھے۔

(۴)......ترجمۃ الباب کے مقصد کا تحقیقی بیان اور مختلف اقوال بھی بیان فرماتے نیز جہاں "ترجمۃ الباب" نہ ہوتا وہاں ترجمۃ الباب کے تعیین وتقیید میں دلچسپی کے ساتھ اہتمام فرماتے۔

(۵)......اختلافی مسائل میں مختلف مذاہب کی تحقیق و تنقیح دلائل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد حضرات حنفیہ کا مسلک وضاحت و ترجیح کے ساتھ بیان فرماتے۔

(۶)......تعلیقات بخاری کی وضاحت فرماتے اور رجال پر بھی کلام فرماتے۔

(۷)......پس منظر والی روایات کا پورا پس منظر بیان فرماتے اور پورے واقعہ کو اصحاب السیر اور آئمۃ المغازی کے اقوال کی روشنی میں وضاحت کے ساتھ بیان فرماتے۔

(۸)......اپنی رائے کا اظہار نہیں فرماتے بلکہ راجح قول کو بہت دل نشیں انداز میں بیان کرتے مثلاً حضرت گنگوہیؒ کی رائے "حضرت شیخ الحدیثؒ کی رائے" کے ساتھ بیان کرتے۔

<u>اصلاح وتربیت:</u>

میری جب شادی تھی تو میری چاہت تھی کہ حضرت والا میرا نکاح پڑھائیں، جب میں نے اس بارے میں حضرت صاحب سے درخواست کی تو بڑے پیار سے فرمایا "اَعظَمُ النِّکَاحِ بَرَکَۃً اَیسَرُہ مُؤنَۃً" اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی شادی کا ذکر فرمایا کہ مدینہ میں رہتے ہوئے انہوں نے اپنی شادی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت کو ضروری نہ سمجھا۔ حضرت والا کی اس خاموش تنبیہ کے بعد حضرت جابرؓ کی شادی کا واقعہ بھی یاد آیا اور تا حال یاد ہے اس لئے شوق پر شریعت غالب آگئی۔

ایک مرتبہ سادگی کے ساتھ رشتہ نبھانے اور شریعت کو ترجیح دینے کے حوالے سے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کا تذکرہ فرما رہے تھے پھر مجھ سے ارشاد فرمایا کہ سب سے اچھے تو مولانا عنایت اللہ خان (شہید) ہیں کہ

شریعت کے مطابق اپنی بچیوں اور بچوں کے رشتے سادگی کے ساتھ نمٹادیئے"فاظفر بذات الدّین تربت یداك"

حدیث پاک میں ہے" اَعلِنوا هَذَاالنّکَاح وَ اجعَلُوهُ فِي المَسَاجِد" اس حدیث میں نکاح کی مجلس کو مسجد میں منعقد کرنے بارے میں ترغیب ہے، سنت کو زندہ کرنے کا ثواب بھی ملے گا اور مسجد کی برکتیں بھی حاصل ہوں گی۔

میں حضرت کے ساتھ بہت سے اسفار میں خادم کی حیثیت سے شریک رہا ایک مرتبہ ہمارے گاؤں "ٹنگی" تشریف لائے، جہاں نماز ظہر کی جماعت ہورہی تھی کہ ماموں جان حاجی محمد انور مرحوم نے حضرت کے سامنے اکراماً ایک رومال بچھایا تو میں نے وہ رومال ہٹایا کہ حضرت کی طبیعت پر گراں نہ گزرے۔

حضرت ہمیشہ دوران سفر ہوٹلوں اور پرتعیش رہائشوں سے کوسوں دور رہتے تھے، ہمیشہ مدارس و مساجد میں قیام کو ترجیح دیتے تھے، اسلام آباد میں مسجد عباس میں ہمارا قیام تھا، عشاء کی نماز کے بعد میں نے مسجد کے خادم کو حضرت کے کمرے میں بلایا اور اسے کچھ کام کرنے کو کہا تو اسکے جانے کے بعد حضرت مجھ سے فرمانے لگے "تیرے اندر کبر ہے" اور رومال ہٹانے والا واقعہ یاد دلایا اور فرمایا کہ ماموں جان سے معافی مانگو، چنانچہ مجھے اس قدر احساس ندامت ہوئی کہ کراچی پہنچ کر میں نے باقاعدہ اپنے ماموں جان سے بذریعہ خط معافی مانگی اور جواباً انکی طرف سے معافی نامہ اور تحسین کے کلمات جو کہ غلطی پر ندامت سے متعلق تھے حضرت والا کی خدمت میں پیش کئے۔

حضرتؒ کی ایک بہت بڑی خوبی ان کی استقامت تھی، جو بات طے کر لیتے اور فیصلہ ہو جاتا اس پر ڈٹ جاتے اور اس میں کسی قسم کی مصلحت کو آڑے نہ آنے دیتے۔ وفاق المدارس اور جامعہ فاروقیہ، دونوں اداروں کا مثالی نظم حضرتؒ کی استقامت ہی کی مرہون منت ہے۔

<u>علماء کے بارے میں حسن ظن:</u>

(اِنَّمَا يَخشَى اللّٰهَ مِن عِبَادِهِ العُلَمَاء) اللہ تعالیٰ نے خود علماء کی تعریف کی ہے کہ عامۃ الناس میں سب سے زیادہ ڈرنے والے علماء ہیں. اس لئے ہمارے حضرت صاحبؒ اس بات کو ترجیح دے رہے تھے بس اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے علم پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت صاحب بیمار تھے اور لیاقت نیشنل ہسپتال میں ایڈمٹ تھے میں بھی ساتھ تھا کچھ لوگ حضرت کی عیادت کیلئے آئے بعد میں انہوں نے کراچی کے ایک مدرسہ کے حوالے سے تنقیدی تبصرہ کرنا چاہا تو ہمارے حضرت نے فرمایا کہ بھئی اس مدرسے میں قرآن نہیں پڑھایا جا رہا ہے؟ وہاں سبق نہیں پڑھائے جا رہے

ہیں؟ مسجد میں نمازوں کا ماحول، اذان اور وعظ ونصیحت کی تعلیم نہیں دی جارہی ہے؟ ان سب نے اقرار کیا کہ یہ سب خدمات سرانجام دی جارہی ہیں تو حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ بس یہی تو مدرسہ ہے انہی خدمات کو دینی خدمات کہا جاتا ہے تجسس اور کسی کے بارے میں منفی سوچ کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

وفاق المدارس کے لئے خدمات:

وفاق المدارس کو میں اپنے بزرگوں کی کوششوں کا ثمرہ بالخصوص اپنے شیخ ومرشد کی کرامت سمجھتا ہوں جو آپ ناظم اعلیٰ مقرر کیے گئے اگرچہ ہم تو بہت بعد میں مدرسہ کی طرف آئے لیکن معلومات ضرور ہیں کہ اس وقت صرف دورہ حدیث کا امتحان ہوتا تھا، حضرت والا نے وفاق کے نظام کو منظم کیا، ہر شعبہ کو فعال اور متحرک کر کے نمایاں مقام دے دیا۔ ایوب خان مرحوم سے لیکر موجودہ حکمرانوں تک مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے کی ناپاک کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ مدارس کی حریت پر شب خون مارنے والوں کے راستے میں سد سکندری بن کر کھڑے رہے آپس میں جوڑ اور اتحاد کو برقرار رکھنے کے لئے دور دراز کے پر مشقت سفر کئے۔

مردان کے چند علماء نے اتحاد المدارس کی بنیاد رکھی، حضرتؒ کی ان کے ساتھ کافی طویل نشست ہوئی اور اجتماعیت کو برقرار رکھنے کی ترغیب دیتے رہے، وفاق المدارس کے شرائط وقواعد پر اہل مدارس کے کاربند رہنے کو جانچنے کے لئے بہت سفر کئے، مختلف شہروں میں جانا ہوتا، ایک مرتبہ ڈیرہ اسماعیل خان اور بنوں میں وفاق المدارس کی جعلی اسناد چھاپنے کے حوالے سے خبر آئی، اس کی تحقیق اور سد باب کے لئے سڑک کا پر مشقت سفر کیا، مولانا نصیب علی شاہ مرحوم کے مدرسہ میں قیام رہا، مولانا ولی خان المظفر صاحب بھی اس سفر میں ساتھ تھے، بسا اوقات ضابطہ کی پاسداری اور حق کے دفاع میں بعض احباب کی طبیعتوں پر گرانی بھی آتی تھی مگر حضرت والا اجتماعی مفاد میں ضابطے کو مقدم رکھتے تھے......

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش　　　میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

حضرت ہمیں امتحانی ایام میں دفتری امور کی انجام دہی کے لئے دفتر وفاق بھیجا کرتے تھے، بعض دفتری افراد آمادگی کے ساتھ کام نہیں کرتے تھے۔ تو ایک مرتبہ حضرتؒ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جامعہ کے چند فارغ التحصیل علماء کے نام ہمیں دے دیں۔ چنانچہ میں نے چند ساتھیوں کے نام حضرت کو دیے، جن میں موجودہ ناظم دفتر مولانا عبد المجید صاحب کا نام بھی تھا، یہ تیار نہیں ہو رہے تھے، مجھے حضرت کا خط ملا کہ مولوی عبد المجید صاحب کو سمجھائیں کہ یہ بھی دین کی ایک خدمت ہے، پھر الحمد للہ وہ تیار ہو گئے اور حسن وخوبی کے ساتھ خدمات سرانجام دے

رہے ہیں۔

مدارس کے معاملات کے بارے میں ایک مرتبہ جنرل مشرف سے وفاق کے وفد کی ملاقات تھی، وفد کی سربراہی حضرتؒ خود فرما رہے تھے۔ دوران گفتگو حضرتؒ نے میز پر مکا مار کر پرویز مشرف کو للکارا کہ تم نہیں رہو گے، مدارس باقی رہیں گے۔

اسی طرح ایک دفعہ ملتان کے کور کمانڈر سے ملاقات تھی، کور کمانڈر تحکمانہ انداز گفتگو اختیار کرنے لگا تو حضرتؒ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور سلام کہہ کر ایک لمحہ رکے بغیر واپس لوٹ آئے۔

ایک مرتبہ وفاق کے معاملات میں سنگین جرم کے مرتکب شخص، جس کا سراغ لگانا انتہائی اہم تھا، کی تلاش میں حضرتؒ نے لاہور تک کا سفر کیا، یہاں تک کہ تبلیغی مرکز میں بھی اس کی تلاش کے لئے گئے۔

2015ء میں حضرت نے انتہائی ضعف اور بیماری کی حالت میں تحفظ مدارس دینیہ کے سلسلہ میں انتہائی سخت سردی کے موسم میں پشاور، سوات اور مانسہرہ کے اسفار کیے۔

مدارس کے نظام کو مستحکم اور مضبوط بنانے کے لئے مختلف مسالک والوں کو اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کی چھتری تلے جمع کیا اور اتحاد تنظیمات مدارس کے تاحیات صدر رہے۔

بہترین منتظم:

انتظام ناخوشگوار ذمہ داری کا نام ہے، محاسبہ ومواخذہ کے وقت لوگ ناراض ہوتے ہیں۔ آپ کی ہمیشہ کوشش رہتی تھی کہ لوگوں کی ذہن سازی کر کے ضابطہ جاری فرمایا کرتے اور اصلاحی ترتیب کو ترجیح دیتے، خود عملی نمونہ پیش کیا اور بہت زیادہ کام بھی کرتے رہے ایسی صورتوں میں کامیابی کے ساتھ نظام چلانا آسان ہو جاتا ہے۔

نظام الاوقات کی پابندی فرماتے، ہمیشہ وقت پر سبق پڑھانے کے لئے تشریف لاتے تھے۔ جامعہ میں دارالاقامہ میں طلباء کو نماز کی خاطر جگانے کیلئے الگ اساتذہ کرام مقرر تھے مگر اس کے باوجود حضرت والا خود تمام دارالاقامہ میں تشریف لے جاتے اور طالب علموں کو جگاتے طیب منزل، قاسم منزل کے آخری فلور تک تشریف لے جاتے اور نماز کے لیئے طلباء کو جگاتے۔

جامعہ کے ذیلی انتظام پر نظر بھی رہتی تھی اور بوقت ضرورت گرفت بھی فرماتے تھے، بندہ غیر ملکی طلباء کا نگران تھا۔ البانیہ سے کچھ طلباء جامعہ فاروقیہ پڑھنے کیلئے آئے تھے جن کیلئے مولانا ابراہیم صاحب (لندن) کچھ وظیفہ بھیجتے تھے جو میرے ہاتھ سے ان طلباء پر تقسیم ہوتا تھا (جو ان کی ضرورت کے لئے کافی تھا) ان طلباء کا اصرار رہتا

تھا کہ ہمارا وظیفہ بڑھایا جائے تو میں نے مولانا ابراھیم صاحب کے ساتھ رابطہ کر کے اضافہ کروادیا اور جامعہ کے ناظم اعلیٰ مولانا ڈاکٹر عادل خان صاحب سے اجازت بھی مل گئی، بعد میں حضرت صاحب نے ڈانٹ کے انداز میں فرمایا کہ بھائی! پچھلا وظیفہ قائم رکھیں اضافہ نہ کریں۔ نیز فرمایا کہ ان طلباء کی اصلاح اور تربیت کے لئے یہی مفید تھا کہ اضافے کے سلسلے میں ان کا مطالبہ نہ مانا جائے۔

تبلیغی جماعت سے تعلق:

فارغ التحصیل طلباء کو تبلیغ میں سال لگانے کے لئے بھی بھیجتے، یہی وجہ تھی کہ شروع شروع میں رائیونڈ والے حضرات بھی طلباء کو دورہ حدیث کیلئے جامعہ فاروقیہ بھیجتے تھے حضرت صاحب کا تبلیغی جماعت کے ساتھ لگاؤ اس قدر مشہور تھا کہ مجھے ضلع چارسدہ، تحصیل تنگی کے ڈگری کالج کے پروفیسر جناب سحر گل صاحب نے کراچی جامعہ فاروقیہ میں پڑھنے کی ترغیب دی تھی۔ حضرت صاحب اپنے ذاتی خرچ پر بار بار رائیونڈ کے مدرسہ عربیہ کے طلباء کے امتحان کے سلسلے میں تشریف لے جاتے تھے۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ ہم ایک دن کے لئے بھی جماعت میں جایا کرتے تھے کسی جگہ کے بارے میں فرمایا کہ ہم جماعت لے کر گئے مولانا جمشید علی مرحوم (جو کہ حضرت کے شاگرد بھی تھے) کے بارے میں فرمایا کہ وہ بھی ہمارے ساتھ تھے، مسجد میں کوئی نماز پڑھنے نہیں آتا تھا ہم نے مسجد کی صفائی کی اُذان کہی اور نماز کے بعد مقامی لوگوں کو ترغیب دینے اور مسجد بلانے کیلئے گشت کئے۔

ایک مرتبہ حضرت صاحب نے مجھے کچھ رقم دی جو ہزاروں میں تھی یعنی کئی ہزار روپے تھے۔ ایک بیوہ خاتون کو دینے کیلئے جس کا اپنا پتہ بھی مجہول انداز میں لکھا تھا۔ میں نے جا کر معلومات کر کے وہ رقم اس خاتون کو حوالہ کی۔ جس کا قصہ یہ تھا کہ اسکا شوہر تبلیغی جماعت میں وقت لگانے کے لئے بیرون ملک گیا تھا پھر وہیں پر انکی موت واقع ہوگئی، ان پر مشکل حالات آئے تو اس نے اپنے شوہر کو خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب سے رابطہ کریں، چنانچہ اس نے ہمارے حضرت صاحب کی خدمت میں خط لکھا تو حضرت صاحب نے میرے ہاتھ اسکی مدد کی۔

ہدیہ قبول کرنے میں حد درجہ احتیاط:

ایک مرتبہ ٹنڈو الیار کے سفر پر مولانا قادر بخش صاحب کی دعوت پر حضرت شیخ صاحب تشریف لے گئے رات کے قیام کے لئے مولانا قادر بخش صاحب نے ایک ٹیکسٹائل مل میں انتظام کیا تھا، صبح مولانا قادر بخش صاحب

نے مجھے کپڑوں کے ایک دو بنڈل دیئے کہ گاڑی میں رکھوادیں، یہ کارخانے کے مالک نے حضرت صاحب کے لئے ہدیہ دیا ہے، جب حضرت صاحب گاڑی میں تشریف فرما ہونے لگے تو ان بنڈلوں پر نظر پڑی مجھ سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے بتایا کہ مولوی صاحب فرمارہے تھے کہ مل کے مالک نے آپ کے لئے ہدیہ دیا ہے......

حضرت صاحب نے فرمایا کہ یہ مولوی صاحب کو واپس کردیں، چنانچہ میں نے مولانا قادر بخش صاحب کو وہ کپڑا واپس کردیا، بعد میں حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ وہ سفر میں کوئی چیز ہدیہ قبول نہیں فرماتے تھے......

مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہیدؒ کی شہادت کے بعد مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب کو حضرتؒ ناظم اعلیٰ بنانا چاہتے تھے، اس سلسلہ میں پورے سندھ کے مدارس کا دورہ کیا، اس سفر میں بھی راقم حضرت کے ہمراہ تھا۔ اس دوران حیدرآباد کے سفر پر حضرت مولانا مفتی وجیہ الدین صاحب کے ہاں لطیف آباد حضرت صاحب کے ساتھ ہم گئے تھے، واپسی پر حیدرآباد ہی میں ایک دکان سے ربڑی خریدی، حضرت کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عادل خان صاحب نے پانچ سو کا نوٹ دیا کہ دوکان دار کو پیسے دے دیں، دوکاندار بھی باشرع آدمی تھے، انھوں نے جب دیکھا کہ گاڑی میں علماء اور بزرگ حضرات ہیں تو انھوں نے مجھ سے پیسے نہیں لئے اور فرمایا کہ ہدیہ ہے، میں جب گاڑی کے پاس آیا اور بتادیا کہ وہ قیمت نہیں لے رہے ہیں، مفت دے رہے ہیں تو حضرت شیخ صاحب نے فرمایا کہ ان سے کہہ دیں کہ ہم مفت نہیں لیں گے، رقم لے لیں یا چیز واپس لے لیں۔

ایک مرتبہ کسی مدرسہ کے معائنہ کے لئے مدرسہ والوں کی درخواست پر میں حضرت شیخ صاحب کے ساتھ گیا تھا واپسی پر ان لوگوں نے سفر کا خرچہ مجھے پکڑادیا، جب ہم کراچی پہنچے تو میں نے آنے جانے کا جو خرچہ تھا، اس کا حساب لگایا اور اس رقم سے مہیا کردیا مگر رقم زیادہ تھی، میں نے حضرت صاحب سے کہا کہ اضافی رقم بچ گئی ہے یعنی حضرت صاحب کو دینا چاہا تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ یہ رقم جامعہ میں جمع کرواکر رسید کاٹ دیں۔

<u>کھانے کی چیزوں کی عیب جوئی سے اجتناب:</u>

ایک مرتبہ ساکران (حب) گئے تھے، وہاں تو جانا بارہا ہوا ہے، ایک واقعہ لکھتا ہوں کہ وہاں پر کھانے میں بکرے کا گوشت پکا تھا، شاید اسے کوئی دوائی کھلائی گئی تھی، جس کی وجہ سے اس کے گوشت میں اثر تھا، حضرت صاحب نے جب پہلا نوالہ لیا تو اس کے بعد ہاتھ کھینچ لیا، غالباً سوکھی روٹی کھارہے تھے، میں نے بھی محسوس کیا کہ کھانے کا ذائقہ بدلا ہوا ہے، اس لئے ہاتھ روک لیا اگرچہ کچھ لوگ کھارہے تھے مگر حضرت صاحب نے کوئی تبصرہ

نہیں کیا اور کھایا بھی نہیں خاموش رہے...... حدیث پاک میں ہے:

مَا عَابَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم طَعَاماً قَطُّ اِن شَاءَ اَکَلَ وَاِن شَاءَ تَرَکَ

آپ ﷺ نے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالا یا تو تناول فرما لیتے یا چھوڑ دیتے

<u>شہرت ونمود سے بے رغبتی:</u>

حضرت صاحب کو ذکر و بیعت کی اجازت حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ اجل مولانا فقیر محمد پشاوریؒ سے تھی۔ حکیم الامت کی مجلس میں تھانہ بھون کی حاضری حضرت کو بچپن میں ہی نصیب ہوئی تھی البتہ باضابطہ خلافت واجازت حضرت مولانا فقیر محمدؒ کی طرف سے ملی۔

حضرت مولانا فقیر محمدؒ پشاوری کے اصرار پر حضرت نے بیعت وذکر کا سلسلہ شروع کیا تھا، شعبان و رمضان کی چھٹیوں میں جامعہ فاروقیہ کی مسجد میں حضرت مجلسِ ذکر ووعظ نصیحت شروع فرمادیتے، جب مجمع بڑھنے لگتا تو اچانک حضرت تشریف لانا موقوف فرمادیتے۔ میں دوسرے وقت عرض کردیتا کہ حضرت کافی لوگ آئے تھے، آپ کا انتظار کررہے تھے تو آپ جواباً ارشاد فرماتے کہ ''چھوڑیں میں اس قابل کہاں..؟'' اور کبھی جواب میں ارشاد فرماتے کہ میری طبیعت میں تو یہ چیز نہیں ہے مگر مولانا فقیر محمدؒ کا حکم ہے چونکہ حضرت شہرت اور نمود سے گھبراتے تھے اس لئے بعض مواقع پر طبیعت پر بوجھ محسوس کرتے تھے۔

<u>وفادار، وفاشعار:</u>

حضرت انتہائی وفادار اور وفاشعار تھے، جس کے ساتھ ایک مرتبہ تعلق قائم ہوجاتا اسے ہمیشہ نبھاتے۔ چند سال قبل حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا تھا اور پورے دس دن وہاں قیام فرمایا تھا اور پیرانہ سالی کے باوجود وہاں تشریف لے جاتے تھے۔

اسی وفاشعاری کی خاطر حضرت خواجہ خان محمدؒ کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے حالانکہ بہت پر مشقت سفر تھا، کثرت ہجوم کی وجہ سے جنازہ گاہ سے بہت پہلے راستے بند ہوگئے تھے، چنانچہ حضرت کو موٹر سائیکل پر سوار کرکے جنازے میں شرکت کے لئے لے گئے اور پھر اسی ترتیب سے گاڑی تک واپس لے آئے یہ بہت تکلیف دہ سفر تھا مگر حضرتؒ کا خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی نماز جنازہ میں شرکت کا شوق اور جذبہ قابل دید تھا۔

اسی طرح حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ (کہروڑپکا) کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے بھی باوجود ناسازی طبع تشریف لائے اور خود نماز جنازہ پڑھائی، حضرتؒ نے فرمایا کہ مولانا عبدالمجیدؒ کے تعلق نے مجھے آنے پر

مجبور کر دیا۔

ایک مرتبہ ہم سفر سے واپس آ رہے تھے، جامعہ فاروقیہ کراچی کے سابق ناظم تعلیمات حضرت مولانا عبدالمتین صاحب مرحوم کے پاس نرتوپہ (حضرو اٹک) چلے گئے، بحیثیت ناظم تعلیمات جامعہ فاروقیہ کراچی، مولانا عبدالمتین مرحوم کا دور ایک یادگار دور تھا، اس لئے حضرت صاحب پر مشقت سفر کی تھکان کے باوجود ان کے ہاں تشریف لے گئے (بلکہ ان کی وفات پر، جبکہ حضرت صاحب انتہائی ضعف اور پیرانہ سالی میں تھے، تب بھی تشریف لائے تھے)......اور مجھے معلوم تھا کہ جتنی رقم حضرت صاحب کی جیب میں تھی، وہ سب ان کے صاحبزادے کو عنایت کر دی۔

<u>بے مثال حافظہ:</u>

حضرتؒ کا حافظہ حد درجہ تیز تھا۔ سبق میں طلبہ کی حاضری نہیں لیتے تھے، بلکہ ایک نظر طلبہ پر ڈالتے تھے اور جو طلبہ نہیں ہوتے تھے، اگلے دن صحیح نام لے کر ان کو پکارتے کہ آپ کل تشریف نہیں لائے تھے۔

حفظ قرآن سے متعلق آپ کا واقعہ نہایت حیرت انگیز ہے۔ اس بارے میں آپ سے کسی نے استفسار کیا تو آپ نے فرمایا کہ سالانہ چھٹیوں کے موقع پر جب میں اپنے گاؤں آیا تو تراویح کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ کوئی حافظ نہیں مل رہا، میں کسی حافظ کی تلاش کی بجائے خود ہی روزانہ ایک پارہ یاد کر کے تراویح میں سناتا تھا، یوں بحمدللہ تراویح کا اہتمام بھی ہوا اور مجھے 27 دن میں حفظ قرآن کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے حضرتؒ کو کروٹوں جنت نصیب فرمائے اور آپ کی قبر پر انوارت کی بارش برسائے، آپ کی فیوضات کو جاری وساری رکھے اور آپ کی جملہ دینی خدمات اور مساعی جلیلہ کو آپ کے لئے عظیم الشان صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

☆☆☆